برِ صغیر میں فتنہ انکارِ حدیث: پس منظر اور ارتقائی جائزہ

The Tribulation of Denial of the Hadith in the Subcontinent: Background and Evolutionary Overview

ڈاکٹر خالد محمود مدنی*

ABSTRACT

In the 2nd century of Hijra, the Rebellion against the negation of Hadith crop up and the land of Iraq was its epicenter. The rebels started calling themselves the beholders of the Holy Quran in a loud and clear voice. Then the Kharjites and Mu'tazillah rebels claimed against the negation of Hadith. According to Moulana Modudi, "The point of view of rebels was that Muhammad (PBUH) had been appointed to deliver the Holy Quran to us and he completed his task quite effectively and efficiently. Moreover, Muhammad (PBUH) who was the son of Abdullah was a common man like them. Whatever he said and performed afterward how can it be binding for us?" In Subcontinent, this rebellion was started by Abdullah Chakralvi. He was sitting leisurely on his bed when he announced: "Whatever we read and understood through the Holy Quran was the last word for us." Aslam J. Rajpuri added fuel to the fire in the hearts of the believers of the Prophet (PBUH) by hurting their religious sentiments.

Afterward, Ghulam Ahmed Pervaiz was an ardent enemy of the Prophet (PBUH) who poured venom into the hearts and minds of the believers through his monthly magazine "Talu-e-Islam". The Rebellion against the negation of Hadith had some potent factors like fake inspiration from the spirit and basic teachings of Islam, the dominance of rationalism, and acquisition of worldly wealth and fame. While the conspiracy of the British blind following of the Orientalists and inclusion of Non-Arab ideas in Islamic teachings were some of the external factors in this Rebellion. All these factors have been highlighted in-depth in the under-discussion essay.

KEYWORDS:

Denial of the Hadith, Tribulation in Islam, Hadith, Hadith in Subcontinent.

*صدر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ انبالہ مسلم کالج، سرگودھا

دینِ مصطفیٰ ﷺ کئی تاریخی بحرانوں سے گزرا کبھی اس پر تاتاریوں نے حملہ کیا تو کبھی صلیبی یلغار نے اس کے وجود کو مٹانے کی کوشش کی۔ مغربی استعماریت نے دورِ جدید میں شناختِ اسلام مسخ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ہمیشہ منہ کی کھائی۔ اس کی صلابت کے سامنے ہر باطل قوت زیر ہوگئی۔ دین اسلام بڑے سے بڑے بحرانوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اسلام روشنی کے بلند مینار کی مانند ہے اور یہ قیامت تک اپنی ضیا پاشیوں سے عالم کو روشن کرتا رہے گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر طالع آزما کو اپنے عزائم بد میں ناکامی کے سوا کچھ نہ ملا۔ لہٰذا ہر حملہ آور نے اُمت کے چند علمائے سُو کے ایمان و ضمیر کا سودا کیا اور اُن کے ذریعے تفرقہ بازی کو ہوا دے کر مسلم اُمّہ کو باہم دست و گریباں کرنے کی کوشش کی۔ اُن علماءِ سُو نے امتِ مسلمہ کی خیر خواہی کی آڑ میں کئی فتنوں کو جنم دیا جن میں ایک فتنہ انکارِ حدیث کے نام سے معروف ہوا۔

مخبر صادق ﷺ کی پیشین گوئی:

نبی اکرم ﷺ نے انکارِ حدیث کے فتنے سے متعلق فرمایا:

وَعَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا اُلْفِیَنَّ اَحَدَکُمْ مُتَّکِئًا عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَأْتِیْہِ الْاَمْرُمِنْ اَمْرِیْ مِمَّا اَمَرْتُ بِہٖ اَوْنَھَیْتُ عَنْہُ فَیَقُوْلُ لَآ اَدْرِیْ مَاوَجَدْنَا فِی کِتَابِ اللّٰہِ اِتَّبَعْنَاہُ۔ ۔ [1]

"حضرت ابو رافع راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں سے کسی کو ایسے کرتے ہوئے نہ پاؤ کہ وہ اپنی مسہری پر ٹیک لگا کر بیٹھا ہو اور جب اس کے سامنے میرے احکامات میں سے کسی بات کا امر یا کسی چیز کی ممانعت آئے تو وہ کہنا شروع کر دے کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا، ہم تو جو اللہ کی کتاب میں پائیں گے صرف اسی کو مانیں گے۔"

نبی مکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی درست ثابت ہوئی۔ انکارِ حدیث کے فتنوں نے دوسری صدی ہجری اور پھر تیرہویں صدی ہجری میں سر اٹھایا۔ اوّل الذکر فتنے کا مرکز عراق کی سرزمین تھی جبکہ موخر الذکر کا منبع برصغیر پاک و ہند ہے۔ ان منکرینِ حدیث نے اپنے آپ کو بہ بانگ دہل "اہل قرآن" کہنا شروع کیا۔

خوارج اور معتزلہ سے انکارِ حدیث کی ابتداء ہوئی:

پہلی صدی ہجری تک قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ احادیثِ نبوی ﷺ کو متفقہ طور پر حجتِ شرعی تسلیم کیا جاتا رہا۔ سب سے پہلے انکارِ حدیث کے فتنہ کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ اس فتنہ کی ابتداء کرنے والے خوارج اور معتزلہ تھے۔ حافظ علامہ ابن حزمؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ

"اہل سنت، خوارج، شیعہ، قدریہ، تمام فرقے آنحضرت ﷺ کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں، برابر قابلِ حجت سمجھتے رہے۔ یہاں تک کہ پہلی صدی کے بعد متکلمین معتزلہ

آئے اور انہوں نے اس اجماع سے اختلاف کیا"[2]

انہوں نے اپنے عقائد کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی کہ وہ اس چیز کو اختیار کریں گے جو قرآن سے ملے گی۔ علامہ ولی حسن ٹونکی خوارج کے اعتقادات بیان کرتے ہوئے، خوارج اور انکارِ حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"انکارِ حدیث کے فتنہ کی بنیاد سب سے پہلے خوارج نے رکھی۔ کیونکہ ان کے عقائد کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ جو بات قرآن سے ملے گی، اسے اختیار کریں گے۔ چنانچہ ان کے یہاں بڑی حد تک احادیث کا انکار پایا جاتا ہے۔ اور اسی انکارِ حدیث کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے رجم کے شرعی حد ہونے سے انکار ہی اس بنا پر کیا کہ قرآن کریم میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور وہ احادیث کو نہیں مانتے اور بعض لوگوں نے خوارج کی تکفیر اس رجم کے انکار کی وجہ سے کی ہے"۔[3]

امام ابن حزمؒ خوارج اور معتزلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"تمام معتزلہ اور خوارج کا مسلک ہے کہ خبر واحد موجبِ علم نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس خبر میں جھوٹ اور غلطی کا امکان ہو، اس سے اللہ تعالی کے دین میں کوئی حکم ثابت کرنا جائز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی نسبت اللہ کی طرف کی جاسکتی ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف۔"[4]

خوارج کی طرف سے انکارِ حدیث کی وجہ ان کے انتہا پسندانہ نظریات اور مقاصد تھے جو سنتِ رسول ﷺ کی موجودگی میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکتے تھے جب کہ معتزلہ نے یونانی فلسفوں سے متاثر ہو کر عقل کو فیصلہ کن حیثیت دی اور اسلام کے احکامات کو عقلی تقاضوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی مگر اس رستے میں رسول اکرم ﷺ کی سنت حائل تھی۔ چنانچہ انہوں نے حدیث کی حجیت سے انکار کر دیا۔ مولانا سید ابو الاعلی مودودیؒ خوارج اور معتزلہ کے اغراض و مقاصد اور ان کا طریقہ کار (ٹیکنیک) بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حدیث کے بارے میں یہ شک دلوں میں ڈالا جائے کہ وہ فی الواقع حضور ﷺ کی ہیں بھی یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ اصولی سوال اٹھا دیا جائے کہ کوئی قول یا فعل حضور ﷺ کا ہو بھی تو ہم اس کی اطاعت و اتباع کے پابند کب ہیں؟ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہم تک قرآن پہنچانے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ سو انہوں نے وہ پہنچا دیا اس کے بعد محمد بن عبد اللہ ویسے ہی ایک انسان تھے، جیسے ہم ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لئے حجت کیسے ہو سکتا ہے"۔[5]

فتنہ انکارِ حدیث کی موت:

دوسری صدی ہجری میں پیدا ہونے والے فتنے زیادہ دیر نہ چل سکے اور تیسری صدی کے بعد تو مکمل طور پر ختم

ہو گئے۔ ان فتنوں کے زوال کے مختلف اسباب تھے جن میں سے ایک اہم سبب یہ تھا کہ فتنہ کی تردید میں وسیع تحقیقی کام کیا گیا۔ امام شافعیؒ نے "الرسالہ" اور "کتاب الأم" میں اس فتنہ کا رد پیش کیا۔ امام احمدؒ نے مستقل ایک جز تصنیف کی جس میں اطاعتِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اثبات کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں منکرین حدیث کے نظریات کی تردید کی گئی۔ حافظ ابن قیمؒ نے "اعلام الموقعین" میں اس کے ایک حصہ کو نقل کیا ہے۔ بعد ازاں امام غزالیؒ نے "المستصفی"، ابن حزم نے "الاحکام" اور حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر نے "الروض الباسم" میں اس فتنہ کے رد میں دلائل دیئے۔

دوسری صدی ہجری کے بعد صدیوں تک اسلامی دنیا میں کہیں بھی انکارِ حدیث کی کوئی تحریک نہ اٹھی اور یہ فتنہ مکمل طور پر ختم ہو گیا۔ تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں انکارِ حدیث کے فتنے نے دوبارہ کل پُرزے نکالنے شروع کیے۔ انکارِ حدیث کے پہلے فتنے کا مرکز عراق اور تیرھویں صدی میں سر اٹھانے والے اس فتنے کا مرکز برصغیر پاک وہند تھا۔

برصغیر پاک وہند میں فتنہ انکار حدیث کا آغاز وارتقاء:

تیرھویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں برصغیر میں انکار حدیث کی ابتدا کن لوگوں نے کی؟ منکرین حدیث کے مشہور سلسلے کون کون سے ہیں؟ نیز فتنہ انکار حدیث کو کن لوگوں نے فروغ دیا؟ محققین نے اس سلسلے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ان میں سے بعض کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد علویؒ مستشرقین کے اثرات کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

> "مستشرقین کے افکار کی سب سے زیادہ تاثیر ہندوستان اور مصر کے مسلمانوں پر ہوئی۔ برصغیر پاک وہند میں سر سید احمد خان پہلا شخص ہے جو ان افکار سے متاثر ہوا اور انکار حدیث کی طرف مائل ہوا۔ سر سید نے ولیم میؤر کی کتاب کا جواب لکھا اور اس میں بلاشبہ وہ مخلص تھے لیکن جوابی استدلال میں بھی ان کا انداز معذرت خواہانہ ہے۔ اس لیے وہ غیر شعوری طور پر مسلک انکارِ حدیث میں جذب ہو رہے تھے"۔[6]

برصغیر کی تاریخ میں سر فہرست عبد اللہ چکڑالوی ہے۔ مولانا صادق سیالکوٹیؒ کے بقول چکڑالوی کس طرح فرمانِ نبویؐ کی صداقت کا مصداق ٹھہرا:

> "غور فرمایا آپ نے کہ حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا فرمان کتنا حرف بحرف صحیح نکلا ہے بلکہ معجزہ ثابت ہوا ہے کہ عبد اللہ چکڑالوی نے "اَرِیکَہ" یعنی تخت پوش پر بیٹھ کر (مسہری / پلنگ پر بیٹھ کر) تکیہ لگائے

ہوئے کہا ہے " لَآ اَدْرِیْ مَاوَجَدْنَا فِی کِتَابِ اﷲِ اِتَّبَعْنَاہُ "(یعنی میں نہیں جانتا (حدیث کو، حدیث دین کی چیز نہیں) ہم نے جو قرآن میں پایا ہے صرف اسی پر چلیں گے۔"[7]

مولانا ثناء اللہؒ امرتسری ہندوستان میں انکارِ حدیث کی آواز بلند کرنے والوں کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:

"ہندوستان میں سب سے پہلے سر سید احمد خان علی گڑھی نے حدیث کی حجیت سے انکار کی آواز اٹھائی۔ ان کے بعد پنجاب میں مولوی عبد اللہ چکڑالوی (مقیم لاہور) نے ان کا تتبع کیا بلکہ مرحوم سر سید سے ایک قدم آگے بڑھے۔ کیونکہ سر سید حدیث کو شرعی حجت نہ جانتے تھے لیکن وہ عزت و احترام کرتے تھے۔ واقعات نبویہ ﷺ کا صحیح ثبوت کتبِ احادیث سے دیتے تھے۔ جبکہ مولوی عبد اللہ چکڑالوی حدیثِ نبوی ﷺ کو "لہو الحدیث" سے موسوم کیا کرتے"[8]

مولانا محمد تقی عثمانی فتنہ انکارِ حدیث کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں:

"یہ آواز ہندوستان میں سب سے پہلے سر سید احمد خان اور ان کے رفیق مولوی چراغ علی نے بلند کی۔ لیکن انہوں نے انکارِ حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان اور وضاحت پیش کرنے کی بجائے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی حدیث اپنے مدعا کے خلاف نظر آئی، اس کی صحت سے انکار کر دیا۔ خواہ اس کی سند کتنی ہی قوی کیوں نہ ہو۔ اور ساتھ ہی کہیں کہیں اس بات کا بھی اظہار کیا جاتا رہا کہ یہ احادیث موجودہ دور میں حجت نہیں ہونی چاہئیں۔ اور اس کے ساتھ بعض مقامات پر مفید طلب احادیث سے استدلال بھی کیا جاتا رہا۔ اسی ذریعہ سے تجارتی سود کو حلال کیا گیا، معجزات کا انکار کیا گیا، پردہ کا انکار کیا گیا اور بہت سے مغربی نظریات کو سندِ جواز دی گئی۔ ان کے بعد نظریہ انکارِ حدیث میں اور ترقی ہوئی اور یہ نظریہ کسی قدر منظم طور پر عبد اللہ چکڑالوی کی قیادت میں آگے بڑھا اور یہ ایک فرقہ کا بانی تھا، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا تھا۔ اس کا مقصد حدیث سے کلیتاً انکار کرنا تھا، اس کے بعد جیراج پوری نے اہل قرآن سے ہٹ کر اس نظریہ کو اور آگے بڑھایا، یہاں تک کہ غلام احمد پرویز نے اس فتنہ کی باگ دوڑ سنبھالی اور اسے منظم نظریہ اور مکتبِ فکر کی شکل دے دی۔ نوجوانوں کے لئے اس کی تحریر میں بڑی کشش تھی، اس لئے اس کے زمانہ میں یہ فتنہ سب سے زیادہ پھیلا"۔[9]

سید مودودیؒ منکرین حدیث کے سلسلوں کو تاریخی اعتبار سے یوں بیان کرتے ہیں:

"اس طرح فنا کے گھاٹ پر اتر کر یہ انکارِ سنت کا فتنہ کئی صدیوں تک اپنی شمشان بھومی میں پڑا رہا یہاں تک کہ تیرہویں صدی ہجری (انیسویں صدی عیسوی) میں پھر جی اٹھا۔ اس نے پہلا جنم

عراق میں لیا تھا، اب دوسرا جنم اس نے ہندوستان میں لیا۔ یہاں اس کی ابتداء کرنے والے سر سید احمد خان اور مولوی چراغ علی تھے۔ پھر مولوی عبد اللہ چکڑالوی اس کے علمبر دار بنے۔ اس کے بعد مولوی احمد الدین امر تسری نے اس کا بیڑا اٹھایا، پھر مولانا اسلم جیراج پوری اسے لے کر آگے بڑھے اور آخر کار اس کی ریاست چوہدری غلام احمد پرویز کے حصے میں آئی، جنہوں نے اس کو ضلالت کی انتہاء تک پہنچا دیا ہے"۔[10]

عبد اللہ چکڑالوی، پہلا منکرِ حدیث:

برصغیر پاک وہند میں فتنہ انکار حدیث کی ابتداء سر سید احمد خان اور مولوی چراغ علی نے کی۔ لیکن اس فتنے کو سر سید احمد خان اور مولوی چراغ علی کے علاوہ مولوی عبد اللہ چکڑالوی، مولوی احمد الدین امر تسری، حافظ اسلم جیراج پوری اور چوہدری غلام احمد پرویز نے فروغ دیا۔ لیکن بعض محققین کے نزدیک اس فتنے کے بانی ہندوستان میں عبد اللہ چکڑالوی تھے جنہوں نے واضح الفاظ میں حجیّتِ حدیث کا انکار کیا۔ مولوی صادق سیالکوٹیؒ کی روایت کے مطابق وہ تخت پوش پر تکیہ لگا کر حدیث نبوی کا انکار کیا کرتا تھا۔ وہ آپ نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمالی ہے۔ مفتی رشید احمد اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"عبد اللہ چکڑالوی نے سب سے پہلے انکارِ حدیث کا فتنہ برپا کر کے مسلمانانِ عالم کے قلوب کو مجروح کیا۔ مگر یہ فتنہ چند روز میں اپنی موت خود مر گیا۔ حافظ اسلم جیراج پوری نے دوبارہ اس دبے ہوئے فتنے کو ہوا دی اور بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ جلا کر عاشقانِ شمعِ رسالت ﷺ کے جروح پر نمک پاشی کی اور اب غلام احمد پرویز بٹالوی نگران رسالہ طلوعِ اسلام اس آتش کدہ کی تولیّت قبول کر کے رسول دشمنی پر کمر بستہ ہیں"۔[11]

عبد القیوم ندوی اسی فتنہ کے متعلق اپنی رائے یوں بیان کرتے ہیں:

"حجیتِ حدیث کا کھلا انکار مولوی عبد اللہ صاحب چکڑالوی نے کیا۔ اس سے پہلے صراحتاً انکار ملحدین اور زنادقہ سے بھی نہ ہو سکا۔"[12]

حکیم نور الدین اجمیری اس مسئلے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں فتنہ انکارِ حدیث کی خشتِ اوّل عبد اللہ چکڑالوی نے رکھی تھی اور اسی بنیاد پر مولانا اسلم جے راج پوری اور جناب پرویز جیسے اہل قلم ایک قلعہ تیار کر رہے ہیں"۔[13]

علامہ محمد اسماعیل سلفی اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"مولوی عبد اللہ چکڑالوی پہلے شخص ہیں، جنہوں نے علوم سنت کی کھلی مخالفت کی"۔[14]

سرسید احمد خان اور مولوی چراغ علی نے ایسی احادیث کی صحت کا انکار کیا جو ان کے مدعا کے خلاف تھیں۔ خواہ اس کی سند قوی ہی کیوں نہ تھی۔ اور انہوں نے انکار حدیث کے نظریہ کو علی الاعلان پیش نہیں کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ سر سید کا احادیث کی صحت کے بارے اپنا ایک خود ساختہ معیار تھا۔ سر سید احادیث کا احترام بھی کرتے تھے اور بعض جگہوں پر اپنے لئے مفید طلب احادیث سے استدلال بھی کرتے تھے۔ سر سید احمد خان لکھتے ہیں:

"جناب سید الحاج مجھ پر اتہام فرماتے ہیں کہ میں کل احادیث کی صحت کا انکار کرتا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ محض میری نسبت غلط اتہام ہے۔ میں خود بیسیوں حدیثوں سے جو میرے نزدیک روایتاً و درایتاً صحیح ہوتی ہیں، استدلال کرتا ہوں"۔[15]

چنانچہ محققین کی آراء کے مطابق فرقہ "اہل قرآن" کے بانی عبداللہ چکڑالوی پہلے فرد ہیں جنہوں نے برصغیر میں کھل کر احادیث نبویہ ﷺ کا انکار کیا۔ ان کے بعد اس فتنے کا عَلَم مولوی احمد الدین امرتسری کے ہاتھ میں آیا۔ بعد ازاں حافظ اسلم جیراج پوری اس نظریہ کو لے کر آگے بڑھے۔ آخر کار غلام احمد پرویز نے ایک منظم مکتبِ فکر کی صورت میں اس فتنے کو متعارف کروایا۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق بھی انکارِ حدیث کے مرتکب ہوئے مگر انہوں نے بعد میں نہ صرف رجوع کر لیا بلکہ تاریخِ حدیث پر ایک مدلل کتاب[16] بھی تالیف کی۔ برصغیر میں انکارِ حدیث کے علمبرداروں میں مولوی محب الحق عظیم آبادی، تمنا عمادی، قمر الدین قمر، نیاز فتح پوری، سید مقبول احمد علامہ مشرقی، حشمت علی لاہوری، مستری محمد رمضان گوجرانوالہ، محبوب شاہ گوجرانوالہ، خدا بخش، سید عمر شاہ گجراتی اور سید رفیع الدین ملتانی بھی شامل ہیں۔

فتنہ انکارِ حدیث کے اسباب:

برصغیر پاک وہند میں منکرین حدیث کے گروہ نے کیوں کر جنم لیا، وجوہات کیا تھیں؟ یہ وہ سوال ہے جو نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے ہر صاحب فکر و نظر کو پریشانی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ لہذا ہم تیرہویں صدی میں جنم لینے والے فتنہ انکارِ حدیث کے اسباب کو داخلی اور خارجی دو حصوں میں تقسیم کر کے ان کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

فتنہ انکارِ حدیث کے داخلی اسباب:

1. غیر مسلم تہذیب سے مرعوبیت:

اسلام اپنے ماننے والوں کو پابند کرتا ہے کہ وہ خواہشات کی تکمیل کے لیے قرآن و احادیث کے احکامات کے مطیع رہیں۔ یہ پابندی آزاد منش اور ہوائے نفس کے پیروکاروں کے لیے بہت گراں ہے کیونکہ یہ احکامات خواہش نفس کی پیروی میں رکاوٹ ہیں اور ایسا بھی ممکن نہیں کہ ان میں تاویل کر لی جائے۔ جب کہ ہوائے نفس کے پیروکار ان پابندیوں سے آزادی چاہنے کے ساتھ ساتھ مسلمان ہونے کا لیبل بھی اپنی پیشانی پر نمایاں رکھنا چاہتے ہیں۔ لہذا انہوں

نے احادیث مبارکہ کا انکار کر کے مسلمان کہلوانے کی خاطر "اہل قرآن" ہونے کا دعوی کر دیا۔ مولانا محمد سرفراز خان صفدر اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ حدیث کی مخالفت آج وہ لوگ کر رہے ہیں جو در اصل اسلامی تہذیب و تمدن کے عادلانہ نظام کو یکسر توڑنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ اس کی تشریح ہے اور تعینات کی حدود میں، اپنی اَہوا اور خواہشات کی پیروی کے لیے وہ قطعا کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ لہذا انہوں نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ اس چیز کو اصل سے مٹا دیا جائے جو مکمل طور پر اسلام کے عادلانہ نظام کی تشریح وحد بندی کرتی ہے"[17]

علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ انکار حدیث کی اصل وجہ کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

"انکارِ حدیث کی یہ وجہ نہیں کہ حدیث ہم تک معتبر ذریعہ سے نہیں پہنچی بلکہ انکارِ حدیث کی اصل وجہ یہ ہے کہ طبیعت میں آزادی ہے، یہ آزاد رہنا چاہتی ہے۔ نفس یورپ کی تہذیب اور تمدن پر عاشق اور فریفتہ ہے اور انبیاء و مرسلین کے تمدن سے نفور اور بیزار ہے، کیونکہ شریعتِ غراء اور ملت بیضاء اور احادیثِ نبویہ اور سننِ مصطفویہ قدم قدم پر شہواتِ نفس میں مزاحم ہیں"۔[18]

2. دین سے لاعلمی:

قرآن وحدیث جو علوم و معارف کا بحر ناپیدا کنار ہے۔ منکرین حدیث کا لٹریچر اور حدیث مقدسہ کے متعلق ان کے من گھڑت اور خود ساختہ اعتراضات و شبہات سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ منکرین حدیث کی عقل قرآن و سنت اور اس کے مستند مآخذ تک رسائی ہی حاصل نہیں کر سکی۔ حدیث نبویہ ﷺ پر اعتراضات اسی وجہ سے کرنے لگے۔ ملاحظہ ہو پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا یہ اقتباس:

"جہاں تک میں نے معترضین حدیث کی مشکلات کا اندازہ لگایا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کی ان کا مطالعہ صرف چند نامکمل تراجم کتبِ حدیث تک محدود ہوتا ہے۔ وہ ان اصولوں سے بے خبر ہوتے ہیں جن سے کسی حدیث کی فقہی اور قانونی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ اس سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں کہ اس حدیث سے جو حکم ثابت ہے، وہ فرض ہے، سنت ہے، جائز ہے یا مباح ہے بلکہ انہوں نے تو احکام کے اس فرق کو جاننے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی اور پھر بے چارے وہم و گمان کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگتے ہیں اور اسی طرح اپنے خود ساختہ اوہام میں غلطاں و

پیچاں رہتے ہیں۔ اس وجہ سے بعض تو اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتے ہیں اور حدیث پر بے جا اعتراض کرنے لگتے ہیں"۔[19]

پروفیسر محمد فرمان اس سلسلے کو واضح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"بعضوں نے کسی محبوب کا اشارہ پا کر یہ تحریک شروع کر رکھی ہے۔ بعضوں نے کم علمی اور اسلام کے سطحی مطالعہ کی بنیاد پر یہ روش پسند کر لی ہے"۔[20]

علامہ محمد اسماعیل سلفی منکرین حدیث کی جہالت کے متعلق لکھتے ہیں:

"انکارِ حدیث احساسِ کمتری کی پیداوار ہے جس نے گریزپائی کی صورت اختیار کر لی ہے۔ جب یہ حضرات کسی مخالف کا اعتراض سنتے ہیں تو چونکہ یہ قرآن و سنت اور اس کے مستند مآخذ سے واقف نہیں اور اس کی توجیہ سے ان کا ذہن قاصر ہوتا ہے، اس لئے بھاگنا شروع کر دیتے ہیں جس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ نصوص کا انکار کر دیں اور احادیث کے متعلق تو وہ ہتھیار استعمال کرتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو نہیں مانتے"۔[21]

3. بر بنائے عقل، انتخاب عقل

اسلام سرِ تسلیم خم کرنے کا نام ہے، اس میں عقلی گھوڑے دوڑانے یا اپنی فہم و فراست کی بنا پر فیصلہ کرنا خودکشی کے مترادف ہے۔ دوسری صدی ہجری میں معتزلہ نے حدیث نبویہ کا انکار اسی وجہ سے کیا کہ انہوں نے عقلی افکار کی حیثیت کو فیصلہ کن تسلیم کر لیا۔ برصغیر کے منکرینِ حدیث نے بھی اسی منہج پر چلتے ہوئے بعض امور میں عقل کا فیصلہ تسلیم کیا جہاں کوتاہ عقل عاجز ہے۔ جسے جو حدیث سمجھ میں نہ آئی اسے ماننے سے انکار کر دیا حالانکہ انسانی عقل وحی الٰہی کی محتاج ہے اور اسے ہر قدم پر ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہے۔ محمد ادریس فاروقی اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں:

"بعض حضرات نے تو حدیث کے ٹھکرانے اور نا قبول کرنے کا معیار اپنی عقل، مشاہدہ اور فکر کو قرار دے رکھا ہے۔ حدیث خواہ کس قدر بے غبار اور صحیح ہو، سند کتنی مضبوط ہو اور رواۃ کتنے بے عیب ہوں، پوری اُمت نے قبول کیا ہو، ان کی بلا سے، انہیں ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ انہوں نے کامل نبی کو اپنی ناقص عقل سے کم تر مقام دیا جو کہ افسوس ناک بلکہ خطرناک ہے"۔[22]

4. دنیاوی جاہ و منصب اور مفادات کا حصول

شیطان انسان کو ہر لمحے اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دنیاوی آسائشات کے حصول کے لیے مختلف قسم کے سبز باغ دکھاتا ہوا مختلف حیلوں بہانوں سے انسان کو لالچ کی دنیا تک لے جاتا ہے۔ لہذا منکرین حدیث نے دنیاوی اغراض و مقاصد کا حصول کے لیے جان بوجھ کر اس گمراہی کو خریدا۔ چنانچہ پروفیسر محمد فرمان لکھتے ہیں:

"ہمیں یہ تسلیم ہے کہ بعض لوگوں نے دنیاوی جاہ و منصب کے لئے حدیث کو نشانہ بنا رکھا ہے"[23]

علامہ محمد قطب الدینؒ نے بھی اسی سلسلے میں کیا خوب بات کی ہے:

"منکرین حدیث اور ان کے پیشوا علماء یہود کی مانند محض دنیوی اغراض و مفادات کے لئے دیدہ و دانستہ، کتمانِ حق بھی کرتے ہیں اور التباسِ حق و باطل بھی"۔[24]

فتنہ انکار حدیث کے خارجی اسباب:

(ا) انگریز سرکار کی سازش:

مسلمان ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریز کی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنے کیونکہ انگریز کو مسلمانوں کی طرف سے مزاحمت کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ انگریز مسلمانوں کو ہر میدان میں پسپا کرنا چاہتے تھے لیکن ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کا اتحاد اور اپنے عقائد کے ساتھ والہانہ وابستگی تھی۔ اس مسئلے کے حل کے لیے انگریزوں نے مسلمانوں کو دینی نقطہ نظر سے کمزور کرنے کے مختلف حربے استعمال کر کے سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ مسلمانوں میں سے چند لوگوں کو خرید کر مسلمانوں میں فرقہ بندی کے علاوہ مختلف دینی احکامات سے انحراف کے نئے نئے فتنے پیدا کئے۔ انگریزی سامراج کی چھتری تلے پرورش پانے والے مختلف فتنوں میں سے انکارِ ختم نبوت ﷺ اور انکارِ حدیث کے فتنے امت مسلمہ کے لیے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ جن کے زہر کا چھبن آج بھی ملت اسلامیہ محسوس کر رہی ہے۔ چنانچہ پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"انگریزی استعمار نے مرزائی قادیان کی جھوٹی نبوت تخلیق کی اور پھر اپنے جبروت و استبداد کی پناہ میں اس کی تربیت و پرورش کر کے ملت کی وحدت پر جو ضرب کاری لگائی اس کا زخم ابھی مندمل ہونے نہیں پایا کہ اب ایک اور فتنہ پَر پُرزے نکال رہا ہے اور یہ ہے فِتنہ انکارِ سنت نبوی"۔[25]

سید مودودیؒ ہندوستان میں فتنہ انکار حدیث کے اسباب اور اثرات پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"تیرہویں صدی میں یہ حملہ ایسے وقت میں ہوا جب کہ مسلمان ہر میدان میں پٹ چکے تھے۔ ان کے اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بجائی جا چکی تھی۔ ان کے ملک پر دشمنوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور ان کو معاشی حیثیت سے بری طرح کچل ڈالا گیا تھا، ان کا نظام تعلیم درہم برہم کر دیا گیا تھا۔ اور ان پر فاتح قوم نے اپنی تعلیم، اپنی تہذیب، اپنی زبان، اپنے قوانین، اور اپنے اجتماعی وسیاسی اور معاشی اداروں کو پوری طرح مسلط کر دیا تھا۔ ان حالات میں جب مسلمانوں کو فاتحین کے فلسفہ و سائنس اور ان کے قوانین اور تہذیبی اصولوں سے سابقہ پیش آیا تو قدیم زمانے کے معتزلہ کی بہ

نسبت ہزار درجہ سخت مرعوب ذہن رکھنے والے معتزلہ ان کے اندر پیدا ہونے لگے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ مغرب سے جو نظریات، جو افکار و تخیلات، جو اصولِ تہذیب و تمدن اور جو قوانین حیات آرہے ہیں، وہ سراسر معقول ہیں۔ ان پر اسلام کے نقطہ نظر سے تنقید کرکے حق و باطل کا فیصلہ کرنا محض تاریک خیالی ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے کی صورت بس یہ ہے کہ اسلام کو کسی نہ کسی طرح ان کے مطابق ڈھال دیا جائے-"۔[26]

(۲) مستشرقین کے نقشِ قدم کی پیروی:

مستشرقین کے نزدیک اسلام کو ختم کرنا ایک عظیم مقصد تھا۔ ان کے راہبوں، قسیسوں، پادریوں اور ربیوں نے اس مقصد کی عظمت کو بڑے شاطرانہ انداز میں بیان کیا تھا اور انہیں بتایا تھا کہ ان کے پیش نظر اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے سے بڑا مقصد کوئی نہیں ہو سکتا۔ مستشرقین کی نظروں میں یہ مقصد اتنا عظیم تھا کہ اس کے حصول کے لئے انہوں نے مسلمانوں کے بنیادی عقائد کو متزلزل کرنے کی خاطر قرآن حکیم، ذاتِ پیغمبر ﷺ اور حدیث نبوی ﷺ کے متعلق مختلف قسم کے شکوک و شبہات اور بے بنیاد اعتراضات پیش کرکے مسلمانوں کے اعتقاد و اعتماد کو ان سے اٹھانے کی کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ مستشرقین اور برصغیر پاک و ہند کے منکرینِ حدیث کے بڑے بڑے شبہات و اعتراضات میں حدیث نبویہ ﷺ سے متعلق مماثلت پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ مستشرقین کی حدیثِ رسول ﷺ کے خلاف علمی فتنہ انگیزیاں برصغیر پاک و ہند میں انکار حدیث کا ایک اہم سبب ہے۔

پروفیسر عبد الغنی منکرین حدیث کے اعتراضات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"ان لوگوں کے اکثر اعتراضات مستشرقین یورپ ہی کے اسلام پر اعتراضات سے براہِ راست ماخوذ ہیں مثلاً حدیث کے متعلق اگر گولڈ زیہر(Gold Ziher)، سپرنگر(Sprenger) اور ڈوزی(Dozy) کے لٹریچر کا مطالعہ کیا جائے تو آپ فوراً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ منکرین حدیث کی طرف سے کئے جانے والے بڑے بڑے اعتراضات من و عن وہی ہیں جو ان مستشرقین نے کئے ہیں"۔[27]

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

"آج مسلمانوں کی صفوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنی ملت کو یہ باور کرانے کی کوششوں میں مصروف ہیں کہ اسلام چودہ سو سال پہلے تو قابل عمل تھا لیکن وہ دور جدید کی متمدن دنیا کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے، جو ہمیں بتانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ ملت مسلمہ کے موجودہ تنزل کا واحد سبب اسلام ہے اور جن کو اسلام کا قانون ظالمانہ نظر آتا ہے۔ یہ نظریات

دراصل اس واویلے کی صدائے باز گشت ہیں جو صدیوں یورپ کی یونیورسٹیوں، ایشیائی سوسائٹیوں، مبشرین اور مستشرقین کی کانفرنسوں اور یہود و نصاری کے مشنری اداروں میں بلند ہو تا رہا"۔ [28]

مفتی ولی حسن ٹونکیؒ اس عقدے کو یوں بیان کرتے ہیں:

"اور عجیب بات ہے کہ موجودہ دور کے منکرین حدیث نے بھی اپنا ماخذ و مرجع انہی دشمنانِ اسلام، مستشرقین کو بنایا ہے اور یہ حضرات انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اور جو اعتراضات و شبہات ان مستشرقین نے اسلام کے بارے میں پیش کئے ہیں وہی اعتراضات و شبہات یہ منکرین حدیث بھی پیش کرتے ہیں"۔ [29]

(۳) اسلام میں عجمی تصورات کی آمیزش:

کسی بھی مذہب میں جب کبھی بگاڑ ہوا ہے تو اس طور پر ہوا ہے کہ انسان وحی الٰہی میں اپنی عقل یا وجدان کے ذریعہ مداخلت اور اس میں افراط و تفریط کی راہیں نکالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسلام چونکہ عرب سے متعارف ہوا۔ اور جب بڑھتے ہوئے یہ نظریات عجمی ممالک میں پہنچے تو عجمی لوگوں نے نئے نئے تصورات کو جنم دینا شروع کر دیا۔ ان تصورات کو متعارف کرانے کے لیے مختلف قسم کی تبلیغی سرگرمیاں شروع ہوئیں۔ فتنہ انکارِ حدیث ایسی ہی ایک سازش کا دیباچہ ہے۔ جس کے ذریعے دین اسلام میں چند نئے تصورات داخل کر کے دین اسلام کو اپنی حقیقی بنیادوں سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ مولانا عبد الرحمن کیلانیؒ لکھتے ہیں:

"منکرین حدیث کے موجودہ دور میں نمائندہ طلوع اسلام نے اسلام میں عجمی تصورات کی درآمد کی ایک تیسری قسم کا بھی انکشاف فرمایا ہے اور یہ تیسری قسم ہے۔ محدثین کے ذریعہ اسلام میں عجمی تصورات کی درآمد، اسے کبھی حدیثی اسلام کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی عجمی اسلام کا۔ اس سازش کا تاریخ میں کہیں ڈھونڈے سے بھی سراغ نہیں ملتا۔ البتہ طلوع اسلام کی مطبوعات میں بہت سے مقامات پر اس سازش کا ذکر آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں"۔ [30]

تلخیص

دوسری صدی ہجری میں انکار حدیث کے فتنے نے سر اُٹھایا اور سرزمینِ عراق اس کا ابتدائی مرکز ٹھہرا۔ انہوں نے ابتداً اپنے آپ کو اہل قرآن کہنا شروع کیا پھر خوارج اور معتزلہ بھی ان کا حصہ بن گئے۔ بقول سید مودودیؒ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ محمدِ عربی ﷺ ہم تک قرآن پہنچانے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ وہ انہوں نے پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے ہم ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لیے حجت کیسے ہو سکتا ہے۔ بر

صغیر میں اس فتنے کی ابتداء عبد اللہ چکڑالوی نے کی وہ پلنگ پر تکیہ لگائے بیٹھا تھا تو اس نے کہا "ہم نے جو قرآن میں پایا اسی پر چلیں گے"۔ اسلم جے راج پوری نے اس کی لگائی ہوئی آگ کو نئی زندگی عطا کر کے عاشقان رسول کے دلوں کو مزید مجروح کیا۔ پھر غلام احمد پرویز نے "ماہنامہ طلوعِ اسلام" کے توسط سے رسول دشمنی پر کمربستہ رہے۔ فتنہ انکارِ حدیث کے داخلی اسباب میں غیر مسلم تہذیب سے مرعوبیت، دینِ اسلام سے لاعلمی، عقلیت کا غلبہ اور حصولِ دنیا کے لوازمات بھی شامل تھے، جبکہ اس کے خارجی اسباب میں انگریزی سازش، مستشرقین کی اندھا دھند پیروی، اور اسلام میں عجمی تصورات کی آمیزش شامل تھی۔ زیرِ نظر مضمون میں اُن تمام عناصر کی نشاندہی کی گئی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، کتاب المقدمہ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ والتغلیظ علی من عارضہ، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، حدیث: 12

2۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، مکتبۃ الخانجی، شارع عبد العزیز، مصر، 1920ء، 1/114

3۔ ٹونکی، ولی حسن، مفتی، عظیم فتنہ، کتب خانہ مظہری، کراچی، 1984ء، ص: 22

4۔ ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام، 1/119

5۔ سید مودودیؒ، ابو الاعلی، سنت کی آئینی حیثیت، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، 1963ء، ص: 14

6۔ علوی، خالد، حفاظت حدیث، الفیصل ناشران، لاہور، 2001ء، ص: 21

7۔ سیالکوٹی، محمد صادق، ضربِ حدیث، مکتبہ کتب و سنت، سیالکوٹ، 1961ء، ص: 48

8۔ امرتسری، ثناء اللہ، حجیت حدیث اور اتباع رسول ﷺ، امرتسری کتب خانہ ثنائیہ، ہندوستان، 1929ء، ص: 01

9۔ عثمانی، محمد تقی، درس ترمذی، مکتبہ دار العلوم کراچی، 1980ء، ص: 26

10۔ سید مودودیؒ، سنت کی آئینی حیثیت، ص: 16

11۔ رشید احمد، مفتی، فتنہ انکار حدیث، کتب خانہ مظہری، کراچی، 1982ء، ص: 07

12۔ ندوی، عبد القیوم، فہم حدیث، کتب خانہ مظہری، کراچی، س ن، ص: 138

13۔ اجمیری، نور الدین، مقالہ انکار حدیث کی خشت اول، ماہنامہ صحیفہ اہل حدیث، کراچی، 1952ء، ص: 147

14۔ سلفی، محمد اسماعیل، حجیت حدیث، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1981ء، ص: 17

15۔ سرسید، احمد خان، مقالات سرسید، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1963ء، 13/17

16۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب کئی مکاتب سے چھپ چکی ہے۔ برق، غلام جیلانی، ڈاکٹر، تاریخ حدیث، مکتبہ رشیدیہ، لاہور، 1988ء

17. صفدر، محمد سرفراز خان، شوقِ حدیث، انجمن اسلامیہ گکھڑ، گوجرانوالہ، 1982ء، 1/9

18۔ کاندھلوی، محمد ادریس، حجیت حدیث، لاہور، 1952ء، ص: 16

19۔ ازہری، محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1999ء، ص:179

20۔ محمد فرمان، پروفیسر، انکارِ حدیث ایک فتنہ، ایک سازش، مکتبہ مجددیہ نور پور شرقی گجرات، 1964ء، ص:209

21۔ سلفی، محمد اسماعیل، حجیت حدیث، ص:177

22۔ فاروقی، محمد ادریس، مقام رسالت، مسلم پبلی کیشنز ہاؤس، لاہور، 1970ء، ص:16

23۔ محمد فرمان، پروفیسر، انکارِ حدیث (ایک فتنہ، ایک سازش)، ص:209

24۔ دہلوی، قطب الدین خان، محمد، مظاہر حق، دار الاشاعت، کراچی، 1966ء، ص:1

25۔ محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، ص:23

26۔ سید مودودیؒ، سنت کی آئینی حیثیت، ص:17

27۔ قادری، عبد الغنی، ریاض الحدیث، محمدی پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، 1969ء، ص:159

28۔ ازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، 1418ھ، 20/6

29۔ ٹونکی، ولی حسن، مفتی، عظیم فتنہ، ص:06

30۔ کیلانی، عبد الرحمن، آئینہ پرویزیت، مکتبۃ السلام، لاہور، 2001ء، ص:155